Academic Discipline for Quranic Higher Education

تخصص علوم وحکمت قرآن کے لیے مقرر نصاب کے مطابق

غیر متبدل قوانینِ قرآن

قانون اتمامِ حُجّت

الاستاذ: ابو الفضل نور احمد سندھی

ناشر

حکمت قرآن انسٹیٹیوٹ

جامع مسجد ربانی، ہائی وے کالونی، سیکٹر C-18، اسکیم-33، نزد جمالی پُل، M-9 موٹروے، کراچی

فون: 0313-2707097

www.hikmatequran.org | hikmatequran@gmail.com | Hikmat-e-Quran Institute

دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لیے فطری اور تخلیقی ہدایت کے ساتھ انبیاء کے ذریعے جو ہدایت بھیجی تو ان میں سے جن اقوام نے اس ہدایت کی تسلیم یا تکفیر کی تو اُن کے لیے جزاو سزا کا فیصلہ اس دنیا میں بھی ہوا اور آخرت میں بھی ہو گا۔ اس طرح کے فیصلے کو قرآن حکیم نے قانون اتمامِ حُجّت کے طور پر پیش کیا ہے۔

قرآن حکیم نے بتایا ہے کہ دنیا میں تمام پیغمبر بنیادی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کے لیے آئے۔ انہوں نے اپنی دعوت کے لیے بشارت اور انذار کا ذریعہ اختیار کیا۔

فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيۡنَ وَ مُنۡذِرِيۡنَ ۖ (البقرہ:۲۱۳)

"پس اللہ نے نبیوں کو مبعوث کیا اور وہ (ایمان و عمل کی برکتوں کی) بشارت دیتے اور (انکار و بد عملی کے نتائج سے) متنبہ کرتے تھے"۔

پیغمبروں نے اس کے لیے انسان کو جزاو سزا کا قانون بتایا۔ انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو بالحق پیدا کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح تمام کائنات نتائج کے تحت چلتی ہے اس طرح انسان کے اعمال بھی حق کے نتائج سے ہونگے۔ فرمایا:

وَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ وَلِتُجۡزٰى كُلُّ نَفۡسٍۢ بِمَا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ﴿۲۲﴾ (الجاثیہ:۲۲)

"اللہ نے کائنات (ارض و سما) کو بالحق پیدا کیا ہے اور اس کے لیے ہر شخص کو اس کے کاموں کا ٹھیک بدلہ مل جائے گا اور کسی پر کوئی ظلم نہ ہو گا۔"

پیغمبروں نے انسان کو یہ بتایا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرے گا اور اس کی

مشیت حق کے لیے بتائے ہوئے قوانین کے مطابق زندگی گزارے گا تو اس کے لیے جزا کا قانون ہے جس کی رو سے انسان اس دنیا میں بھی بھلائی اور سلامتی کی زندگی کا مستحق ہو گا اور آخرت کی زندگی میں بھی اس کو ابدی بھلائیوں اور سلامتی کی زندگی عطا ہو گی، جس میں انسان کے لیے کوئی خوف و حزن نہیں ہو گا۔ اس کے برعکس جو انسان اللہ تعالیٰ کی بندگی کا منکر ہو گا اور اس کی مشیت حق کے بتائے ہوئے قوانین کے انحراف والی زندگی گزارے گا تو اس کے لیے سزا کا قانون ہے جس کی رو سے انسان اس دنیا میں بھی خواری اور عدم سلامتی والی زندگی گزارے گا اور آخرت میں بھی اس کے لیے سخت عذاب کا وعدہ ہے۔

وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ۙ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَ یَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی ﴿۳۱﴾ (النجم:۳۱)

"اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے تاکہ برائی کرنے والوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے اور جنہوں نے اچھے کام کیے انہیں اچھی جزا سے نوازے"۔

قانون اتمامِ حُجّت کی اہمیت کیوں؟

انسان کے اعمال کے لیے جزا و سزا کا جو قانون ہے اسے قرآن حکیم نے بار بار دہرایا ہے۔ دین کے مقدمات میں جس بات پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے وہ جزا و سزا کا اصول اور قانون ہے۔ یہ دین کا بنیادی موضوع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی قانون کے نفاذ کے لیے اتمامِ حجت کا قانون دیا ہے۔ اس قانون کو عمل میں لانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے ہدایت کے تین بڑے بندوبست کیے ہیں۔

(ا) سب سے پہلا بندوبست یہ ہوا کہ انسانِ اول کے وجود سے اللہ تعالیٰ نے سوال

کیا اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ تو اس کے جواب میں سب نے کہا "ہاں تو ہی ہمارا رب ہے"۔ یہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خالقیت اور پالنہاری کا ودیعت کیا ہوا شعور انسان کے سامنے مشہود کیا کہ وہی اس کا خالق اور پالنہار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو پیدا کر کے اس میں موجود ہر شے کو بتا دیا کہ وہ کونسی راہ ہے جس پر چل کر وہ اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکتی ہے۔ انسان کی فطرت میں بھی یہ چیز ودیعت کی گئی تھی جس کا اظہار قالوا بلیٰ کی صورت میں ہوا۔

(۲) دوسرا بندوبست انسان کو عقل دینے کے ذریعے کیا گیا، جس سے انسان کو جمالیاتی حسوں کے ساتھ اچھے بھلے، کھوٹے کھرے، مفید، غیر مفید کی اور خیر و شر کی تمیز ملی۔

(۳) تیسرا بندوبست وحی کی تعلیم کے ذریعے کیا گیا جس نے انسان کی اعلیٰ تخلیق کے مطابق اعلیٰ انسانی قدروں اور انسان کے اعمال کے نتائج اور قوانین سے انسان کو آگاہ کیا۔

ان تمام بندوبست کے بعد انسان کو کہا گیا کہ یہ سب کچھ شعور، عقل اور تعلیم پانے کے بعد جو بھی اچھے عمل کرو گے تو اچھی جزا کے حقدار و مستحق بن جاؤ گے۔ اس کے برعکس اگر برے عمل کرو گے تو اس کے نتیجہ میں پانے والی سزا کے ذمے دار تم خود ہو گے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم اور ہر خطے میں ڈرانے والے پیغمبر بھیج کر انسان کو خبر دار کیا، انہیں برے نتائج سے ڈرایا اور اچھے اعمال پر سلامتی والی زندگی کی بشارت دی۔

اللہ تعالیٰ نے یہ سارا بندوبست اس لیے کیا کہ قیامت کے دن جب تم سے سوال پوچھا جائے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کو کیوں نہ پہچانا اور اس کی فرمانبرداری کیوں نہ کی تو اس وقت تم مبادا یہ عذر پیش کرو کہ ہمیں کسی نے تمہاری پہچان نہیں کرائی، ہمیں کسی نے

تمہارا بتایا نہیں اور کسی نے ہمیں بیدار نہیں کیا، اسی وجہ سے ہم قصوروار نہیں۔ لیکن اوپر ذکر کیے گئے اللہ تعالیٰ کے تینوں بندوبست کی موجودگی کی صورت میں کسی کا بھی یہ عذر قابل قبول نہیں ہو گا۔

عہدِ الست کے شعور کے ذریعے ایمان کی بنیاد ڈال دی گئی تھی اور حسِ جمالیات اور عقل کے ذریعے اچھے اور برے عمل کی تمیز عطا کر دی گئی تھی۔ اس کے بعد اول انسان کے زمین پر آتے ہی نبوت کے ذریعے خبردار کرنے کی اساس مہیا کی گئی تھی کہ انسان اگر اپنے ماحول اور خاندان کے اثرات کے حجابات میں آگیا ہو تو پیغمبر وحی کی تعلیم کے ذریعے ان حجابات کو ہٹائے۔ پیغمبر نے انسان کو یاد دہانی کرائی اور انسان کو دی ہوئی ہدایت کو یاد دلا کر اتمام حجت کر دیا کہ انسان کے لیے ہدایت کا بندوبست کرنے اور اس کو یاد دلانے کے سلسلے میں کوئی عذر باقی نہ رہے۔ کوئی آدمی یہ نہ کہے کہ میرے والدین یا اقربا نے مجھے حجابات میں رکھا اور کسی نے مجھے بتایا نہیں۔

اتمام حجت کو قرآن حکیم نے واضح بیان کر دیا ہے

قرآن حکیم نے پیغمبروں کے آنے کا مقصد ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ
اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِيْسٰى وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَيْمٰنَ ۚ وَ
اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿١٦٣﴾ وَ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ
عَلَيْكَ ؕ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿١٦٤﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى
اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٦٥﴾ (النساء: ١٦٥-١٦٣)

"(اے پیغمبر!) ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی جس طرح نوح پر اور

ان نبیوں پر جو نوح کے بعد ہوئے بھیجی تھی، اور جس طرح ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، اولادِ یعقوب، عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان پر بھیجی اور داؤد کو زبور عطا فرمائی۔ نیز اللہ کے وہ رسول جن کا حال ہم (قرآن میں) پہلے سنا چکے ہیں اور وہ جن کا حال ہم نے تمہیں نہیں سنایا اور (اسی طرح) اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا جیسا کہ واقعی طور پر کلام کرنا ہوتا ہے۔ یہ تمام رسول (خدا پرستی اور نیک عملی کے نتائج کی) خوشخبری دینے والے اور (انکار حق کے نتائج سے) متنبہ کرنے والے تھے اور اس کے لیے بھیجے گئے تھے) کہ ان کے آنے (اور نیک و بد بتلانے) کے بعد لوگوں کے پاس کوئی حجت باقی نہ رہے جو وہ خدا کے حضور پیش کر سکیں (یعنی یہ عذر کر سکیں کہ ہمیں راہ حق کسی نے نہیں دکھلائی تھی)۔ اور خدا (اپنے کاموں میں) سب پر غالب (اور اپنے تمام کاموں میں) حکمت رکھنے والا ہے۔"

سورۃ یونس میں ارشاد ہوا ہے:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٤٧﴾ (یونس:۴۷)

"اور (یاد رکھو!) ہر امت کے لیے ایک رسول ہے (جو ان میں پیدا ہوتا ہے اور انہیں دینِ حق کی طرف بلاتا ہے) پھر جب کسی امت میں اس کا رسول ظاہر ہو گیا تو (ہمارا قانون یہ ہے کہ) ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے، اور ایسا نہیں ہوتا کہ ناانصافی ہو"۔

ہدایت کے بعد ہی جزا و سزا کا قانون جاری ہو جاتا ہے

قرآن حکیم کہتا ہے کہ تمام اقوام کی طرف ہدایت بھیجنے کا بندوبست ہوا۔

لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴿٧﴾ (الرعد:۷)

"تمام اقوام کی طرف ہادی بھیج دیے گئے"۔

قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّ لَا نَذِيْرٍ ۫ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ ؕ (المائدہ:١٩)

"پیغمبر تمہارے پاس آیا وہ تمہارے لیے احکام حق واضح کر رہا ہے تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہماری طرف کوئی رسول نہیں بھیجا گیا، نہ تو ہدایت کی بشارت دینے والا نہ گمراہی سے متنبہ کرنے والا۔ تو اب دیکھو! بشارت دینے والا اور متنبہ کرنے والا تمہارے پاس آگیا ہے (یعنی تمہارے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہا ہے)۔"

یہ پیغمبر انسان کو ودیعت کی ہوئی ہدایت کی یاد دہانی کرانے کے لیے آئے۔ پھر جب اقوام نے ہٹ دھرمی کی اور پیغمبروں کو سننے اور ماننے کے بجائے انہیں سخت اذیتیں دیں تو ان کو گرفت میں لانے کا کام ہوا۔

وَ مَاۤ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿٢٠٨﴾ ذِكْرٰى ۛ۫ وَ مَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٢٠٩﴾

(الشعراء:٢٠٩-٢٠٨)

"اور ہم نے کسی ایسی بستی کو ہلاک نہیں کیا جس میں نصیحت کی غرض سے ڈرانے والے نہ آئے ہوں (یہ بربادی ان کے اپنے کیے کی کمائی تھی) اور ہم ظالم نہ تھے"۔

قرآن حکیم واضح طور پر بتاتا ہے کہ ہم کسی قوم کو اس وقت تک عذاب میں نہیں لاتے جب تک رسول کے ذریعے اتمام حجت پوری نہ کریں۔

وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿١٥﴾ (الاسراء:١٥)

"اور ہم کبھی ایسا نہیں کرتے کہ (کسی قوم کو) عذاب دیں مگر اسی وقت جب کہ اس میں ایک رسول پیدا کر دیتے ہیں۔"

یہ دنیا میں ہی فیصلہ ہونے کی قرآن کی صاف وضاحت ہے۔ اس کے ساتھ

آخرت میں انبیاء کو کھڑا کر کے ان کے اور ان کی امتوں کے درمیان فیصلہ ہونے کی بھی قرآن حکیم وضاحت کرتا ہے۔

وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ وَ جِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾ (الزمر:۶۹)

"اور (اس دن) زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی اور عملوں کی کتاب لا کر رکھ دی جائے گی اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ان کی (ذرہ برابر بھی) حق تلفی نہیں کی جائے گی"۔

اتمام ہدایت اور اتمام حجت

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ہدایت دی اور اس کا اتمام پیغمبروں کے ذریعے ہوتا ہے۔ ہدایت کے لیے کتابیں بھیجیں اور آخری کتاب قرآن حکیم کے آنے سے اسی ہدایت کا اتمام بھی ہو گیا۔ اس لیے قرآن حکیم نے اتمام حجت کو اتمام نعمت یا اتمام ہدایت کے حوالہ سے بھی بیان کیا ہے کہ پیغمبروں کے ذریعے انسانوں کو بھیجی ہوئی ہدایت کامل طور پر دی گئی تھی۔ تمام اقوام کی طرف انذار و بشارت کے لیے پیغمبر مبعوث کیے گئے تھے جنہوں نے انسانوں کو اپنی زبانوں میں میسر تمدنی ترقی کے مطابق ہدایت کا فریضہ سر انجام دیا تھا۔ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ (ابراہیم:۴) قرآن حکیم کے ذریعے یہ ہدایت تمام انسانیت کے لیے مکمل ہو گئی یہ آخری کتاب ہے اور اس کے لانے والے پیغمبر محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ ان کے ساتھ ہی یہ انسانوں کے لیے ہدایت کے آخری پیغام کی نعمت پوری ہو گئی ہے۔

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

(المائدہ:۳)

"آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لیے پسند کر لیا کہ دین "الاسلام" ہو"۔

آخری کتاب اور آخری ہدایت کے آنے کے بعد نبوت بھی ختم کر دی گئی۔ جب ہدایت مکمل ہو گئی تو اس کے لانے والے نبی کو بھی خاتم النبیین کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ قرآن حکیم کی کئی آیات اس بات کو کھول کر بیان کرتی ہیں کہ تمام پیغمبروں کے بھیجنے کی غرض یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نوع انسانی پر اتمام حجت کرنا چاہتا تھا تاکہ آخری عدالت کے موقعہ پر کوئی گمراہ مجرم یہ عذر پیش نہ کر سکے کہ ہم ناواقف تھے اور آپ نے ہمیں حقیقت حال سے آگاہ کرنے کا بندوبست نہیں کیا۔

اتمام حجت کی آخرت میں تصدیق ہو گی

قرآن حکیم کہتا ہے کہ قیامت کے جزاو سزا والے دن مجرمین سے پوچھا جائے گا کہ تم نے رسولوں کی دعوت کا کیا جواب دیا تھا؟

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَآ أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ﴿٦٥﴾ (القصص:۶۵)

"اس روز ان مجرمین سے پوچھا جائے گا کہ "تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا"۔

اسی طرح قیامت کے دن رسولوں سے بھی پوچھا جائے گا کہ تمہاری قوم نے تمہاری دعوت کا کیا جواب دیا تھا:

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَآ أُجِبْتُمْ ۖ (المائدہ:۱۰۹)

"وہ دن کہ اللہ تمام رسولوں کو جمع کرے گا اور پھر پوچھے گا "تمہیں (تمہاری امتوں کی طرف سے دعوت حق کا) کیا جواب ملا؟"

جہنم کا داروغہ ان مجرمین سے کہے گا کہ کیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کے رسول نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہاں آئے تھے۔

قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ (المؤمن:۵۰)

"انہیں فرشتے کہیں گے "کیا تمہارے پاس تمہارے رسول، اللہ کی کھلی نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے؟ اہل جہنم کہیں گے واقعی وہ آئے تھے"۔

اہل جہنم اپنے عذاب کی ذمہ داری ایک دوسرے کے سر پر دھریں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ اس بے معنی جھگڑے سے کیا حاصل! تم سب کو وارننگ دی گئی تھی کہ تمہاری غلط روش کا نتیجہ کیا ہو گا۔

قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ۝۲۸ (قٓ:۲۸)

"ارشاد ہو گا میرے حضور جھگڑا نہ کرو! میں تو پہلے ہی تمہیں انجامِ بد سے آگاہ کر چکا تھا"۔

اتمام حجت کی عدالت دنیا میں بھی لگتی ہے

انسان کے لیے ہدایت کے تمام بندوبست کے بعد جو جزا و سزا کا قانون اس کے لیے متحرک ہو جاتا ہے اس کا آغاز اسی دنیا سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اقوام کی طرف پے در پے پیغمبر بھیجے، ان کی ہدایت کی دعوت کو ان اقوام نے کتنا مانا اور کتنا رد کیا اس کا ایک حتمی فیصلہ تو آخرت میں ہونا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بھی اس کی پاداش اور جزا و سزا کا قانون بنایا ہے۔ جب کسی قوم کی طرف اس کا رسول آجاتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اس قوم کے لیے اس کی عدالت بھی لگ جاتی ہے۔ جزا و سزا کا جو فیصلہ آخرت میں ایک ایک فرد کے لیے ہونا ہے اور اس دنیا میں قانون اتمامِ

حجت اقوام کے لیے واقع ہوتا ہے۔ اس دنیا میں افراد کے لیے مستقل اقدار کے قوانین الگ ہیں جن کی رو سے انسانوں کو عملوں کی کمائی کا نتیجہ مکافاتِ عمل کی شکل میں بھگتنا ہوتا ہے۔ افراد کے لیے بھی ہوتا ہے اور مشترکہ طور پر اقوام کے لیے بھی۔

قرآن حکیم میں اقوام کے اس گرفت کے لیے فرمایا گیا ہے:

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَّمْ يَلْبَثُوٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ (یونس:۴۷-۴۵)

”اور جس دن ایسا ہو گا کہ اللہ ان سب کو اپنے حضور جمع کرے گا، اس دن انہیں ایسا معلوم ہو گا گویا (دنیا میں) اس سے زیادہ نہیں ٹھہرے جیسے گھڑی بھر کو لوگ ٹھہر جائیں اور آپس میں صاحب سلامت کر لیں، (تو) بلاشبہ وہ لوگ بڑے ہی گھاٹے میں رہے، جنہوں نے اللہ کی ملاقات کا اعتقاد جھٹلایا اور وہ کبھی (کامیابی کی) راہ پانے والے نہ تھے۔ اور (اے پیغمبر!) ہم نے ان لوگوں سے (یعنی منکرین عرب سے) جن جن باتوں کا وعدہ کیا ہے (یعنی دعوت حق کے پیش آنے والے نتائج کی خبر دی ہے) ان میں سے بعض باتیں تجھے (تیری زندگی میں) دکھا دیں یا (ان کے ظہور سے پہلے) تیرا وقت پورا کر دیں، لیکن بہر حال انہیں ہماری ہی طرف لوٹنا ہے اور یہ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ اس پر شاہد ہے۔ اور (یاد رکھو!) ہر امت کے لیے ایک رسول ہے (جو ان میں پیدا ہوتا اور انہیں دین حق کی طرف بلاتا ہے) پھر جب کسی امت میں اس کا رسول ظاہر ہو گیا تو (ہمارا قانون یہ ہے کہ) ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور ایسا نہیں ہوتا کہ ناانصافی ہو“۔

آیت ۴۶ میں واضح ہے کہ عرب کے یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت کا جس طرح انکار کر رہے ہیں اس کے نتیجے میں ان کے ساتھ جو کچھ ہونے والا ہے ان میں سے بعض باتیں تجھے تیری زندگی میں دکھا دیں گے یا تیری وفات کے بعد لیکن ہو گا ضرور ان کے ساتھ جس پر اللہ شاہد ہے۔

قرآن حکیم نے یہ قیامت کی تصویر پیش کر دی ہے لیکن ساتھ ہی اس دنیا میں اس کی پاداش عمل کا واضح بتا دیا۔ اب درج ذیل آیات میں اس پاداش عمل کی وضاحت ہے۔

وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۭ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ۭ اٰۗلْئٰنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ (یونس:۵۱-۴۸)

"اور یہ لوگ کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو بتلاؤ یہ بات (یعنی انکار کی پاداش) کب ظہور میں آئے گی؟ (اے پیغمبر!) تم کہہ دو (یہ معاملہ میرے اختیار میں نہیں کہ میں بتلا دوں کب واقع ہو گا) میں تو خود اپنی جان کا بھی نفع نقصان اپنے قبضے میں نہیں رکھتا۔ وہی ہوتا ہے جو اللہ نے چاہا ہے۔ ہر امت کے لیے (پاداش عمل کا) ایک وقت مقرر ہے۔ اور جب وہ وقت آ پہنچتا ہے تو پھر نہ تو ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہیں، نہ ایک گھڑی آگے۔ (اے پیغمبر!) تم ان لوگوں سے کہو: کیا تم نے اس بات پر بھی غور کیا ہے کہ اگر اس کا عذاب راتوں رات نازل ہو گیا یا دن دہاڑے آ گیا تو تم کیا کرو گے؟ پھر کیا بات ہے جس کے لیے مجرم جلدی مچا رہے ہیں؟ کیا جب وہ واقع ہو جائے گا اس وقت تم یقین کرو گے؟ (لیکن اس وقت تو یقین کرنا کچھ سود مند نہ ہو گا، اس وقت تو کہا جائے گا) ہاں!

اب تم نے یقین کیا اور تم ہی تھے کہ اس کی طلب میں جلدی مچایا کرتے تھے۔"

مذکورہ آیات میں افراد اور اقوام کے لیے جوابدہی اور حساب کتاب سے گزرنے کا تعلق آخرت میں بھی بتایا گیا ہے اور دنیا میں بھی اس کا واقع ہونا واضح طور پر موجود ہے۔ جس طرح تمام پیغمبروں کو جھٹلانے پر ان کی اقوام کو گرفت سے گزرنا پڑا اب الکل اسی طرح اللہ تعالیٰ پیغمبر اسلام کے جھٹلانے والوں کے لیے بھی اسی دنیا میں عدالت برپا کرے گا۔

اتمام حجت کا قانون انبیاء کی زندگی میں

قرآن حکیم نے انبیاء کی جدوجہد کو جگہ جگہ کئی سورتوں اور آیات میں بیان کیا ہے۔ سورۃ القمر میں انبیاء کی اس تاریخ کا اختصار پیش ہوا ہے۔ سورۃ الاعراف اور سورۃ ہود میں انبیاء کی اس تاریخ کے اجمالی واقعات کا ذکر ہے۔ سورۃ ہود میں ان واقعات کو حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت انذار و بشارت سے آغاز ہوا ہے۔

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰى قَوۡمِهٖۤ اِنِّىۡ لَـكُمۡ نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۲۵﴾ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰهَ‌ؕ اِنِّىۡۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ عَذَابَ يَوۡمٍ اَلِيۡمٍ ﴿۲۶﴾ (آیت ۲۶-۲۵)

"اور یہ واقعہ ہے کہ ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تھا۔ (اس نے کہا لوگو!) میں تمہیں (انکار و بد عملی کے نتائج سے) آشکار و خبر دار کرنے والا ہوں۔ اللہ کے سوا اور کسی کی بندگی نہ کرو میں ڈرتا ہوں کہ تم پر عذاب کا ایک دردناک دن نہ آجائے۔"

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو مسلسل سمجھایا کہ ہدایت کے لیے میں جو کچھ کر

رہا ہوں میں اس کا تم سے معاوضہ نہیں لے رہا، میں صرف اللہ تعالیٰ کی سپرد کی ہوئی ڈیوٹی سرانجام دے رہا ہوں۔ سورۃ القمر کی آیت ۲۷ سے ۳۱ میں ان کوششوں کی تفصیل کے بعد ارشاد ہوا ہے:

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾
قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَ مَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾ (ہود: ۳۳-۳۲)

"(اس پر) ان لوگوں نے کہا: اے نوح تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت جھگڑ چکا (اب ان باتوں سے کچھ بننے والا نہیں) اگر تو سچا ہے تو جس بات کا وعدہ کیا ہے وہ ہمیں لا دکھا۔ نوح نے کہا: اگر اللہ کو منظور ہو گا تو بلا شبہ تم پر وہ بات لے آئے گا اور تمہیں یہ قدرت نہیں کہ (اسے کسی بات سے) عاجز کر دو"۔

اس کے بعد کی آیات ۳۴ سے ۴۸ میں طوفان نوح کے ذریعے ان کی قوم کی ہلاکت کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَ لَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۹﴾ (آیت: ۴۹)

"(اے پیغمبر!) یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جسے وحی کے ذریعے تجھے بتلا رہے ہیں اس سے پہلے نہ تو یہ باتیں تو جانتا تھا نہ تیری قوم۔ پس صبر کر (اور منکروں کے جہل و شرارت سے دلگیر نہ ہو) انجام متقیوں کے لیے ہی ہے"۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ہود علیہ السلام کا ذکر قرآن حکیم میں ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا

مُفۡتَرُوۡنَ ﴿۵۰﴾ (ہود:۵۰)

”اور ہم نے (قوم) عاد کی طرف اس کے بھائی بندوں میں سے ہود کو بھیجا۔ ہود نے کہا: اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ یقین کرو کہ تم اس کے سوا کچھ نہیں ہو کہ (حقیقت کے خلاف) افترا پردازیاں کرتے ہو“۔

اس پر قوم والوں نے ان سے کہا کہ اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی دلیل لیکر تو آیا نہیں جسے ہم دلیل سمجھیں اور ہم ایسا کرنے والے نہیں کہ تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں ہم تجھ پر ایمان لانے والے نہیں (آیت: ۵۳) جب قومِ ہود کی تکذیب وانکار کی انتہا ہو گئی تو اللہ تعالیٰ کا امر آن پہنچا:

وَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّيۡنَا هُوۡدًا وَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيۡنٰهُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ غَلِيۡظٍ ﴿۵۸﴾ وَتِلۡكَ عَادٌ ۟ۙ جَحَدُوۡا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمۡ وَعَصَوۡا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوۡۤا اَمۡرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيۡدٍ ﴿۵۹﴾ وَاُتۡبِعُوۡا فِىۡ هٰذِهِ الدُّنۡيَا لَعۡنَةً وَّيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوۡا رَبَّهُمۡ ؕ اَلَا بُعۡدًا لِّعَادٍ قَوۡمِ هُوۡدٍ ﴿۶۰﴾ (ہود:۶۰-۵۸)

”اور (دیکھو!) جب ہماری (ٹھہرائی ہوئی) بات کا وقت آں پہنچا تو ہم نے اپنی رحمت سے ہود کو بچالیا اور ان لوگوں کو بھی بچالیا جو اس کے ساتھ (سچائی پر) ایمان لائے تھے۔ اور ایسے عذاب سے بچایا کہ بڑا ہی سخت عذاب تھا۔ اور یہ ہے سرگزشت عاد کی انہوں نے اپنے پروردگار کی نشانیاں (ہٹ دھرمی اور سرکشی کرتے ہوئے) جھٹلائیں اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر متکبر و سرکش کے حکم کی پیروی کی اور ایسا ہوا کہ دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت پڑی (وہ اپنی بداعمالیوں کی سزا سے گزرے) اور قیامت کے دن بھی، تو سن رکھو قوم عاد نے اپنے پروردگار کی ناشکری کی اور سن رکھو کہ قوم عاد کے لیے محرومی کا اعلان ہوا جو ہود کی قوم تھی“۔

قوم عاد کے بعد قوم ثمود کا ذکر ہے:

وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ﴿۶۱﴾

(ہود:۶۱)

”اور ہم نے قومِ ثمود کی اس کے بھائی بندوں میں سے صالح کو بھیجا۔ اس نے کہا: اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ وہی ہے جس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور پھر اسی میں تمہیں بسا دیا۔ پھر چاہیے کہ اس سے بخشش مانگو اور اس کی طرف رجوع ہو کر رہو۔ یقین کرو میرا پروردگار (ہر ایک کے) پاس ہے اور (ہر ایک کی) دعاؤں کا جواب دینے والا ہے“۔

اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کی اس دعوت کے جواب میں لوگوں نے کہا کہ اے صالح! پہلے تو ایک ایسا آدمی تھا کہ ہم سب کی امیدیں تم سے وابستہ تھیں۔ پھر کیا تو ہمیں روکتا ہے کہ ان معبودوں کی پوجا نہ کریں جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے آرہے ہیں؟ یہ کیسی بات ہے؟ ہمیں تو اس بات میں بڑا ہی شک ہے جس کی طرف تم دعوت دیتے ہو کہ ہمارے دل میں اترتی نہیں۔ (آیت ۶۲) حضرت صالح علیہ السلام کی مسلسل دعوت کی کوششوں کے باوجود وہ اپنی سرکشی اور آبائی گمراہی پر اڑے رہے۔ اس طرح حضرت صالح علیہ السلام نے چشموں اور قدرتی نالوں کے پانی اور چراگاہوں کی اجتماعی اور سب کے لیے مشترکہ منفعت کا جو خدائی قانون ان کو بتایا تو انہوں نے اس کی نفی کو اور اللہ تعالیٰ کی علامتی اونٹنی جو انسانوں کے لیے نفع بخش تھی اس کو مشترکہ پانی اور چراگاہوں سے روکنے کے لیے مار ڈالا۔ یہ ناقۃ اللہ اس انسانی بستی کے تمام غریب اور ضرورتمند لوگوں کے لیے دودھ کا ذریعہ تھی۔

قرآن حکیم نے اس کو لَکُمۡ اٰیَۃً کہا ہے:

وَ یٰقَوۡمِ ھٰذِہٖ نَاقَۃُ اللّٰہِ لَکُمۡ اٰیَۃً فَذَرُوۡھَا تَاۡکُلۡ فِیۡۤ اَرۡضِ اللّٰہِ وَ لَا تَمَسُّوۡھَا بِسُوۡٓءٍ فَیَاۡخُذَکُمۡ عَذَابٌ قَرِیۡبٌ ﴿۶۴﴾ (ھود:۶۴)

”اور اے میری قوم کے لوگو! دیکھو! یہ اللہ کی اونٹنی (یعنی اس کے قانون پر عمل کی علامت اونٹنی) تمہارے لیے ایک فیصلہ کن نشانی ہے۔ پس اُسے چھوڑ دو اللہ کی زمین میں چرتی رہے۔ اسے کسی طرح کی اذیت نہ پہنچانا، ورنہ فوراً عذاب تمہیں آ پکڑے گا۔(اگر تم اس پر عامل ہوئے تو سمجھا جائے گا کہ تم سرکشی پر مصر نہیں۔ لیکن وہ اپنی سرکشی اور انکار سے باز نہ آئے)“۔

جب اس طرح تکذیب و انکار کی انتہا ہو گئی تو اللہ تعالیٰ کا امر آن پہنچا۔

فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّیۡنَا صٰلِحًا وَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَہٗ بِرَحۡمَۃٍ مِّنَّا وَ مِنۡ خِزۡیِ یَوۡمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ الۡقَوِیُّ الۡعَزِیۡزُ ﴿۶۶﴾ وَ اَخَذَ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوا الصَّیۡحَۃُ فَاَصۡبَحُوۡا فِیۡ دِیَارِھِمۡ جٰثِمِیۡنَ ﴿۶۷﴾

(ھود:۶۷-۶۶)

”پھر جب ہماری (ٹھہرائی ہوئی) بات کا وقت آ پہنچا تو ہم نے صالح کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے بچا لیا اور اس دن کی رسوائی سے نجات دے دی۔(اے پیغمبر!) بلاشبہ تیرا پروردگار ہی ہے جو قوت والا سب پر غالب ہے۔ اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا، ان کا یہ حال ہوا کہ ایک زور کی کڑک نے آ لیا۔ جب صبح ہوئی تو سب اپنے گھروں میں اوندھے پڑے تھے۔ گویا وہ لوگ کبھی اس میں بسے ہی نہ تھے۔(یادرکھو!) ثمود نے اپنے پروردگار کی ناشکری کی اور ہاں سن رکھو کہ ثمود کے لیے ان نعمتوں کی محرومی ہوئی“۔

سورۃ ہود کی آیات ۶۹ سے ۸۱ تک حضرت لوط علیہ السلام کی دعوت اور اس کے انکار کا

ذکر ہوا ہے۔ جب قومِ لوطؑ کے نافرمانیوں کی انتہا ہو گئی اور وہ انسانیت سوز حرکتوں سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ کا امر آں پہنچا۔

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ۬ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾ (ہود: ۸۳-۸۲)

”پھر جب ہماری (ٹھہرائی ہوئی) بات کا وقت آ پہنچا تو (اے پیغمبر!) ہم نے اس (بستی) کی تمام بلندیاں پستی میں بدل دیں اور اس پر آگ میں پکے ہوئے پتھر لگاتار برسائے کہ تیرے پروردگار کے حضور (اس غرض سے) نشانی کیے ہوئے یہ (بستی) ان ظالموں سے (یعنی شہر مکہ سے) کچھ دور نہیں ہے (یہ اپنی سیر و سیاحت میں) وہاں سے گزرتے رہتے ہیں اور اگر چاہیں تو اس سے عبرت پکڑ سکتے ہیں۔“

آیت ۸۴ سے ۹۵ تک اصحاب مدین کی طرف بھیجی گئی حضرت شعیب علیہ السلام کی ہدایت کا ذکر ہے۔ انہوں نے شرک سے بچنے اور ناپ تول مین کمی سے منع کیا تو اہل مدین چیخ اٹھے۔

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ رَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَ مَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَ مَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾

(ہود: ۸۸-۸۷)

”لوگوں نے کہا: اے شعیب! کیا تیری صلوٰۃ تجھے یہ حکم دیتی ہے کہ ہمیں آکر کہے ”ان معبودوں کو چھوڑ دو جنہیں تمہارے باپ دادا پوجتے رہے ہیں۔ یا یہ کہ تمہیں اختیار نہیں کہ اپنے مال میں جس طرح کا تصرف کرنا چاہو کرو“ بس تم ہی ایک نرم دل

اور راست باز آدمی رہ گئے ہو۔ شعیب نے کہا اے میری قوم کے لوگو! تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ میں اپنے پروردگار کی طرف سے ایک دلیل روشن رکھتا ہوں اور اس کے فضل و کرم کا یہ حال ہو کہ اچھی سے اچھی روزی عطا فرمارہا ہو (تو پھر بھی میں چپ رہوں اور تمہیں راہ حق کی طرف نہ بلاؤں؟) اور میں یہ نہیں چاہتا کہ جس بات سے تمہیں روکتا ہوں اور خود اس کے خلاف چلوں (میں تمہیں جو کہتا ہوں اس پر عمل بھی کرتا ہوں) میں اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا کہ جہاں تک میرے بس میں ہے اصلاح حال کی کوشش کروں، میرا کام بننا ہے تو اللہ کی مدد سے بننا ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع ہوں۔"

مسلسل دعوت انذار و تبشیر دینے کے بعد بھی جب وہ معاشرے کو فلاحی جہت میں چلانے کے اہل نہ رہے، وہ نہ مانے تو پھر اللہ تعالیٰ کا امر آن پہنچا۔

كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۶﴾ (ہود: ۹۶-۹۵)

"اور پھر جب ہماری (ٹھہرائی ہوئی) بات کا وقت آ پہنچا تو ایسا ہوا کہ ہم نے شعیب کو اور ان کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے بچا لیا اور جو لوگ ظالم تھے، انہیں ایک سخت آواز نے آ پکڑا پس جب صبح ہوئی تو اپنے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے تھے۔ (وہ اس طرح اچانک ہلاک ہو گئے) گویا ان کے گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے تو سن رکھو کہ مدین والوں کے لیے بھی محرومی ہوئی جس طرح قومِ ثمود کے لیے محرومی ہوئی تھی"۔

اس کے بعد سورۃ ہود کی آیت ۹۶ سے ۹۹ میں فرعون اور اس کے سرداروں کی

طرف موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا ذکر ہے۔ ان کے انکار کے نتیجہ میں ان کی دنیاوی و اخروی تباہی بتائی گئی۔ آیت ۱۰۰ میں ارشاد ہوا:

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾

”(اے پیغمبر!) یہ پچھلی آبادیوں کی خبروں میں سے چند کا بیان ہے جو ہم تجھے سنا رہے ہیں ان میں سے کچھ تو اِس وقت تک قائم ہیں کچھ بالکل اجڑ گئیں“۔

آگے آیات ۱۰۱ سے لیکر ۱۰۹ تک پیغمبروں کی طرف سے روز اول سے شروع ان دعوتی کوششوں کے پس منظر میں ان کی اقوام کی نافرمانی کے نتائج اور فرمانبرداروں کے لیے بشارت اور بھلائی کا قانون اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے۔

سورۃ آل عمران میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوتی کوششوں کا ذکر ان الفاظ میں ہوا ہے:

وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ (آیت:۴۹)

”اور اسے بنی اسرائیل کی طرف بحیثیت رسول بھیجے گا (اس کی منادی یہ ہو گی کہ دیکھو!) میں تمہارے پروردگار کی نشانی لے کر تمہارے پاس آیا ہوں“۔

آل عمران کی آیات ۴۸ سے ۵۵ تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت انذار و بشارت کی تفصیل ہے۔ پھر آیت ۵۶ میں انکار کرنے والوں کے لیے نتائج کا اعلان ہے:

فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ (آل عمران:۵۶)

”پھر جب لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی تو انہیں دنیا و آخرت دونوں جگہ سخت عذاب دوں گا اور عذاب الٰہی سے بچانے میں کوئی بھی ان کا مددگار نہ ہو گا“۔

اتمام حجت کا یہ قانون اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں جن مخاطبین کو بتا رہا ہے وہ اس

رسول کی قوم ہیں۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کی قوم کے لیے بھی یہی اتمام حجت کا قانون اسی طرح کارفرما ہے جس طرح دیگر انبیاء کی سابقہ اقوام کے لیے۔ مراد کی جزا کس کے لیے ہوگی اور نامرادی کی سزا کس کے لیے ہوگی۔ سورۃ صٰفٰت میں وہی قانون اس پیرائے میں رسول اکرم ﷺ کو بتایا گیا:

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ (آیت:۱۷۹-۱۷۱)

”اور ہم نے اپنے جن بندوں کو ارشاد و ہدایت کے لیے لوگوں کی طرف بھیجا، ان کی نسبت پہلے ہی ان سے کہہ دیا تھا کہ ہماری تائید و نصرت سے یقیناً وہی فتحیاب و مظفر ہونے والے ہیں۔ اور بیشک ہماری ہی فوج سب پر غالب آکر رہے گی۔ سو (اے پیغمبر!) آپ کچھ مدت کے لیے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجیے اور ان کو دیکھتے رہیے، عنقریب یہ خود بھی دیکھ لیں گے۔ کیا یہ لوگ ہمارے عذاب کے لیے جلدی مچا رہے ہیں؟ پھر جب وہ ان کے گھروں کی صحنوں میں اترے گا تو وقت ان کے لیے بہت برا ہوگا، جن کو ڈرایا جا چکا ہے۔ پس ذرا کچھ مدت کے لیے ان سے تعارض نہ کیجیے۔ اور دیکھتے رہیے کہ یہ خود بھی عنقریب (اپنا انجام) دیکھ لیں گے“۔

سورۃ بنی اسرائیل میں پیغمبر اسلام کو مخاطب ہو کر یہ قانون قرآن حکیم نے اس طرح بتایا ہے:

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا

سُنَّةَ مَنۡ قَدۡ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنۡ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحۡوِيۡلًا ﴿۷۷﴾ (آیت:۷۶-۷۷)

"اور انہوں نے اس میں بھی کوئی کسر نہ اٹھار کھی تھی کہ تجھے اس سرزمین سے عاجز کر کے نکال دیں۔ اور اگر ایسا کر بیٹھتے تو (یادرکھ) تیرے نکالے جانے کے پیچھے مہلت نہ پاتے مگر بہت تھوڑی سی۔ ہم تجھ سے پہلے جو پیغمبر بھیج چکے ہیں ان سب کے معاملہ میں ہمارا ایسا ہی قاعدہ رہا ہے اور ہمارے ٹھہرائے ہوئے قاعدوں کو کبھی بدلتا ہوا نہ پاؤ گے"۔

ان آیات میں قرآن حکیم نے پیغمبرِ اسلام کو واضح طور پر بتا دیا ہے کہ اگر انہوں نے آپ کے لیے دعوتِ توحید کے تمام راستے بند کر دیے ہیں تو ان کو بھی لازمی طور پر اقوام کے اس انجام سے گزرنا ہو گا جس سے پہلی اقوام گذری ہیں۔ یہ اللہ کا ٹھہرایا ہوا قانون ہے اور اس کے قوانین کو تم بدلتا ہوا نہیں پاؤ گے۔

سورۃ القمر میں کفار مکہ کی سرکشی اور انکار کا ذکر بیان کیا ہے۔ فرمایا:

وَكَذَّبُوۡا وَاتَّبَعُوۡۤا اَهۡوَآءَهُمۡ وَكُلُّ اَمۡرٍ مُّسۡتَقِرٌّ ﴿۳﴾ (آیت:۳)

"انہوں نے جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کی اور ہر معاملہ کی حد ہے، جہاں پہنچ کر اسے ٹھہرنا ہے"۔

اس کے بعد قرآن حکیم کی اسی سورۃ کی آیت ۹ سے لیکر ۴۲ تک اقوامِ سابقہ کے لیے جزا اور سزا کے قانون سے گزرنے کے واقعات بتا کر کفار مکہ کو متنبہ کیا گیا ہے۔

سَيُهۡزَمُ الۡجَمۡعُ وَيُوَلُّوۡنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ (القمر:۴۵)

"کفار کی جمیعت عنقریب شکست کھا جائے گی اور وہ پیٹھ کھا کر بھاگیں گے"۔

لیکن ان کا آخری انجام قیامت میں دردناک عذاب ہو گا وہ تو وعدہ کے مطابق ہونا ہی ہونا ہے۔ (آیت:۴۶)

قانونِ اتمامِ حجت کی اساسیات کیا ہیں؟

انبیاء کی دعوت کے نتیجہ میں جزاوسزا کا اس دنیا میں ہونے والا قانون اتمام حجت عمل میں کب اور کس طرح آتا ہے، علمائے قرآن نے قرآن حکیم سے اس کے لیے تین شرائط اخذ کی ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کا رسول کسی قوم میں موجود ہو اور وہ اسی قوم کو دعوت دے چکا ہو۔ یہ بات قرآن حکیم نے لفظاً واضح کر دی ہے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿١٥﴾ (بنی اسرائیل:۱۵)

"اور ہم کبھی ایسا نہیں کرتے کہ (کسی قوم کو) عذاب دیں مگر اسی وقت جب کہ اس میں ایک رسول پیدا کر دیتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ تعالیٰ کی براہ راست نگرانی میں توحید کی دعوت دیتا ہے۔ اس لیے اس کی دعوت میں کوئی ابہام اور گتھی نہیں ہوتی۔ ہدایت جب اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور مطلوب پیرائے میں خالص ہو کر انسانوں تک پہنچے اس کے بعد بھی وہ سرکشی اور انکار پر بضد ہوں تو اقوام پر اس کا اطلاق ہر صورت میں ہو گا۔

(۲) مدعو قوم کو مہلت دی جائے کہ رسول براہ راست قوم میں موجود ہوں اور قوم ان کی زبان، ذات، کردار اور شخصیت سے ہدایت کو حاصل کرنے کے مواقع حاصل کر رہی ہو۔ اس صورت میں ایک مقررہ وقت تک مہلت ملتی ہے۔ وہ مہلت اللہ تعالیٰ قوموں کے حالات کے ساتھ متعین کرتا ہے۔

وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُومٌ ﴿٤﴾ (الحجر:۴)

"ہم نے کبھی کسی بستی کے باشندوں کو ہلاک نہیں کیا مگر اس طرح کہ اس کے لیے

ایک ٹھہرائی ہوئی بات تھی (یعنی ایک مقررہ قانون تھا کہ جب کوئی حالت اس طرح کی ہو گی اور اس کے مقدار میں ہو گی، تو ایسا نتیجہ ضرور نکلے گا)۔"

مہلت کے اس مقررہ قانون کے لیے ہم تاجیل و امہال کے قانون میں تفصیلات پڑھیں گے۔

(۳) رسول اس قوم میں اللہ تعالیٰ کا پیغام بینات کے ساتھ لے آتا ہے۔ جب کھلی ہدایت قوم تک ہر طریقہ سے پیغمبر نے پہنچادی اور پھر بھی قوم انکار اور سرکشی کی راہ پر کھڑی رہی تو جزاو سزا کا قانون اس کے لیے اساس بن جاتی ہے۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ (ہود:۸۸)

"اے میری قوم کے لوگو! تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ میں اپنے پروردگار کی طرف سے ایک دلیل روشن رکھتا ہوں"۔

(۴) اس قوم میں اگر کچھ لوگ استغفار کرنے یعنی دینِ حق کی سلامتی والے نظام میں پناہ لینے والوں ہوں اور پیغمبر کی دعوت کو اعلانیہ یا خفیہ طور پر قبول کرنے کے بعد اس پر قائم ہوں تو سزا صادر نہیں ہوتی۔

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ (الانفال:۳۳)

"اور اللہ ایسا بھی کرنے والا نہیں کہ انہیں عذاب میں ڈالے حالانکہ وہ معافی مانگ رہے ہوں"۔

سورۃ توبہ کی آیت ۷۰ میں فرمایا:

اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۙ۬ وَ قَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَ الْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

''کیا انہیں ان لوگوں کی خبر نہیں ملی جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں؟ قوم نوح، قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ ابراہیم، اور مدین کے لوگ اور وہ کہ ان کی بستیاں الٹ دی گئیں تھیں۔ ان سب کے رسول ان کے پاس روشن دلیلوں کے ساتھ آئے تھے (مگر وہ اندھے پن سے باز نہ آئے) اور ہر گز ایسا نہیں ہو سکتا تھا کہ اللہ ان پر ظلم کرتا مگر وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے تھے''۔

اتمامِ حجت کا قانون رسول اللہ ﷺ کی قوم کے لیے کیسے صادر ہوا؟

رسول اللہ ﷺ کی دعوت و جدوجہد کے نتیجے میں اتمامِ حجت کا یہ قانون کس طرح عمل میں آیا۔ جن لوگوں نے مسلسل کئی سال تک دعوتِ حق کا پیغام قبول کرنے کے بجائے رسول اللہ ﷺ کو اذیتوں اور تکالیف سے گزارا وہ کفار و مشرکین کس انجام سے گزرے؟

سورت الزمر میں اس کا ذکر یوں فرمایا:

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾

''اُن سے پہلے بھی بہت سے لوگ تکذیب کرنے کا شیوہ اختیار کر چکے ہیں، پھر ان پر عذاب ایسی جہت سے آیا جدھر سے انہیں احساس تک نہ تھا۔ سو اللہ نے انہیں دنیا ہی کی زندگی میں ذلت و رسوائی کا مزہ چکھایا اور آخرت کا عذاب تو کہیں اس سے بڑھ کر ہے۔ کاش یہ لوگ جانتے''۔

رسول اللہ ﷺ نے جب یہ صورتحال دیکھی کہ گنے چنے افراد کچھ ظاہری اور کچھ خفیہ طور پر دین کی دعوت قبول کر چکے ہیں اس کے علاوہ مکہ کے کفار و مشرکین کسی

بھی صورت میں خود بھی دعوت حق قبول کرنے کے لیے تیار نہیں اور دیگر لوگوں تک یہ دعوت پہنچنے میں بھی تشدد اور تردد کا ہر حربہ اختیار کرنے سے باز نہیں آرہے تو آپ ﷺ حج کے موقع پر عرفات میں آئے ہوئے یثرب کے لوگوں سے ملے اور اُن کو دعوت دین دی۔ اُن لوگوں میں اوس و خزرج کے قبائل کے سرکردہ افراد بھی شامل تھے۔ انہوں نے دینِ حق کی دعوت قبول کی اور اس طرح یثرب میں دعوتِ حق کے لیے سازگار ماحول میسر ہوگیا۔ اِسی اثنا میں رسول اللہ ﷺ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے الٰہی احکام بھی موصول ہوئے جن کی روشنی میں پہلے پہل آپ نے اپنے ساتھی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ اور بعد میں دوسرے مومنین کو یثرب کی طرف ہجرت کرنے کی تلقین کی۔ قرآن حکیم نے اس ہجرت کو ایک بہت بڑی ایمانی ضرورت قرار دیا جس کی روشنی میں مکہ اور گردونواح میں اسلام قبول کرنے والوں کی اکثریت یثرب کی طرف منتقل ہوگئی۔

لیکن اس کے باوجود کچھ لوگ جو بہت غریب تھے اور بے سروپاسامان تھے یا بیمار اور بوڑھے تھے وہ اور ان کے خاندان مدینے کی طرف ہجرت نہیں کرسکے۔ وہ لوگ مکہ میں دعوت توحید اور دینِ حق کی بہت بڑی علامت تھے اور خفیہ طور پر سلامتی کے اس پروگرام میں خود بھی جڑے رہے اور دوسروں کو بھی بلاتے رہے۔ اس صورت میں ان کا یہ استغفار اہلِ مکہ پر کسی بھی صورت کا عذاب روکے رکھنے کے لیے کافی تھا۔ قرآن حکیم نے ارشاد ہوا ہے:

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِیْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ۝۳۳

(الانفال:۳۳)

”اور اللہ ایسا کرنے والا نہ تھا کہ تو ان کے درمیان موجود اور پھر انہیں عذاب میں

ڈالے اور اللہ ایسا بھی کرنے والا نہیں کہ انہیں عذاب میں ڈالے حالانکہ وہ معافی مانگ رہے ہوں۔"

اس صورت میں کفار و مشرکین مکہ پر یہ عذاب مکہ سے باہر جنگی میدانوں میں اللہ تعالیٰ نے ان پر ایمان والوں کے ہاتھوں سے صادر کیا۔ چنانچہ جنگ بدر میں کفار مکہ کے سرکردہ رؤسا ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور دیگر ان سرکش اور منکرینِ حق کفار پر ایسا قتال برپا ہوا کہ صدیوں سے مکہ کی وادی پر مسلط اُن کا تاریخی اقتدار اور غرور مٹی میں مل گیا۔

فرمایا:

وَ مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَ هُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ مَا كَانُوْۤا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۴ (الانفال: ۳۴)

"لیکن (اب کہ تجھے مکہ چھوڑنا پڑا تو) کونسی بات رہ گئی ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ دے۔ حالانکہ وہ مسجد حرام سے مسلمانوں کو روک رہے ہیں؟ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ اس کے متولی ہونے کے لائق نہیں، اس کے متولی اگر ہوسکتے ہیں تو ایسے ہی لوگ ہوسکتے ہیں جو متقی ہوں (نہ کہ مفسد و ظالم) لیکن ان میں سے اکثروں کو (یہ حقیقت) معلوم نہیں۔"

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس طرح کا عذاب پے درپے جنگوں میں اُن کو ملتا رہا۔ اور ان کا اقتدار و غلبہ اور غرور فتح مکہ کے دن ہمیشہ کے لیے خس و خاشاک ہو گیا۔

سورہ التوبہ ایک طرح سے ان کفار، مشرکین اور منافقین پر ان کے انکار اور سرکشی کے نتیجہ میں ان کے لیے عذاب کی سورہ ہے۔

سورہ توبہ کی آیت ۵۲ میں مدینے کے سلسلے میں اس عذاب کا ذکر یوں ہوا ہے:

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَاۤ اِلَّاۤ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَ نَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ

بِعَذَابٍ مِّنۡ عِنۡدِهٖۤ اَوۡ بِاَيۡدِيۡنَا ۖ فَتَرَبَّصُوۡۤا اِنَّا مَعَكُمۡ مُّتَرَبِّصُوۡنَ ﴿۵۲﴾

”(اے پیغمبر!) تم اُن سے کہو: تم ہمارے لیے جس بات کا انتظار کرتے ہو (یعنی جنگ میں قتل ہونے کا) وہ ہمارے لیے اس کے سوا کیا ہے کہ دو خوبیوں میں سے ایک خوبی ہے (یعنی فتح و شہادت میں سے شہادت)۔ اور ہم تمہارے لیے جس بات کے منتظر ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ اپنے ہاں سے کوئی عذاب بھیج دے یا ہمارے ہی ہاتھوں عذاب دلائے، تو اب نتیجے کا انتظار کرو، ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والے ہیں۔“

مذکورہ آیت میں منافقین کو کہا گیا ہے کہ اگر تمہارا نفاق ظاہر ہو گیا تو تمہارے ساتھ بھی وہی ہونے والا ہے جو مشرکین مکہ کے ساتھ ہو تا جارہا ہے۔ یہ آیت جنگ تبوک کے موقع پر نازل ہوئی ہے۔ اُس وقت یہ منافقین سوچ رہے تھے کہ اب تک تو مسلمان کفار مکہ سے لڑ رہے ہیں اب وہ روم و ایران سے بھی لڑنے جارہے ہیں یہ وہیں مارے جائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مذکورہ آیت کا جواب دلوایا کہ ہم تو دونوں صورتوں میں بھلائی میں ہوں گے۔ لیکن تمہارے ساتھ جو ہونے والا ہے تم اس کا انتظار کرو۔